(۶) قائلہ کاتبہ محمد معصوم المتخلص بہ نامی ابن سید صفائی الترمذی اصلاً والبکری
مسکناً و مدفناً۔

(۷) والمنتسب اما الی سید قلندر ابن بابا حسن ابدال السبزواری مولداً والقندھاری
موطناً و مرقداً

(۸) بتاریخ دوازدہم اردی بہشت ۴۶ سنہ موافق ۲۶ شوال ۱۰۰۹ سنہ بندگان
حضرت عازم لاہور شدند۔

(۹) فتح خاندیس و دکن چوں کرد شاہ — عازم ہندوستاں فی الفور شد

یک عدو نامی فزود آں گاہ گفت — شاہ والا عازم لاہور شد

ترجمہ (۱) تاریخ الٰہی سے مراد حضرت شہنشاہ، بزرگ ترین خدا کے سایہ، بادشاہ
شاہ اکبر کا زمانہ جلوس مراد ہے جنہوں نے

(۲) اپنی جولانِ قسمت کی حمایت سے قلعہ اسیر فتح کیا (شعر) اسیر آباد ہو گیا اس لئے
نامی نے ایک عدد اضافہ کر کے (اس کا تاریخی مادہ) اللہ آباد کہا

(۳) بتاریخ ۱۲ ماہ فروردین ۴۵ سنہ الٰہی مطابق (۲۴) رمضان ۱۰۰۹ھ حضرت شاہ
فلک بارگاہ، سایہ خدا نے برہان پور کو

(۴) اپنے ظفر نشان جھنڈوں کو مستقر بنایا (برہان پور کا بادشاہ) بہادر خان آکر
قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ اس کی اور اس کے ماتحتوں کی جاں بخشی کی گئی اور قلعہ اسیر
فتح ہو گیا۔

(۵) شاہ غازی جلال الدین اکبر نے قلعہ فتح کرنے والی اپنی قسمت کے زور سے اسیر
کو فتح کر دیا۔ اس لئے نامی نے (اس کا تاریخی مادہ) بگرفت قلعہ اعلیٰ (نہایت بلند قلعہ
فتح کیا) کہا

(۶) اس کتبہ کا قائل و کاتب محمد معصوم المتخلص بہ نامی سید صفائی کا فرزند ہے جو دراصل
شہر ترمذ کے باشندے تھے اور انہوں نے بھکر (علاقہ سندھ) میں سکونت اختیار کر لی تھی
اور وہیں وہ دفن بھی ہوئے۔

مولوی معین الدین

جامع مسجد برہان پور کے کتبات

فتح اسیر گڑھ کا کتبہ

(اس علمی مقالہ سے سندھ کے اکثر علماء و ادباء کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے اس لیے مجلہ "معارف" اعظم گڑھ کے شکریہ سے شائع کیا جارہا ہے۔ مدیر)

جامع مسجد برہان پور کا فاروقی دور کا کتبہ منبر کے پاس کی وسطی محراب پر ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں ہوگا، اس مسجد کا تیسرا کتبہ دور مغلیہ کا ہے جو جنوبی مینار کے زیریں حصہ پر ہے۔ اس کی زبان فارسی اور خط نستعلیق ہے۔ کتبہ کی عبارت حسب ذیل ہے :-

(۱) تاریخ الٰہی عبارت است از زمان جلوس حضرت شہنشاہ ظل اللہ اکبر بادشاہ شاہ اکبر کہ ز تائید جہاں بخت۔

(۲) خویش قلعۂ اسیر کشاد۔ گشت آباد اسیر ازاں نامی :: سنہ بشش گفت اللہ آباد

(۳) بتاریخ ۲۱ فروردین ماہ الٰہی سنہ ۴۵ موافق رمضان سنہ ۱۰۰۹ حضرت شہنشاہ فلک بارگاہ ظل اللہ برہان پور آمد۔

(۴) مقرر رایات ظفر آیات ساختند و بہادر خان آمدہ بپابوس مشرف شد و اورا با تباع جہاں بخشی کردند و قلعۂ اسیر فتح شد۔

(۵) شاہ غازی جلال دین اکبر — آں بتائید بخت قلعہ کشا
کرد فتح اسیر ازاں نامی — گشت بگرفتن قلعۂ اعلا

(۷) اور والدہ کی طرف سے اس کا نسب سید شیر قلندر ابن بابا حسن ابدال سے ہے۔ جن کا مولد سبزوار اور وطن قندھار تھا اور اسی قندھار میں ان کا مزار ہے

(۸) بتاریخ ۱۲ اردی بہشت ۴۶ ھ الہٰی مطابق ۲۶ شوال ۱۰۰۹ھ ہجری بادشاہ سلامت نے لاہور کا قصد کیا۔

(۹) (قطعہ) جب بادشاہ نے خاندیس و دکن کو فتح کیا تو فوراً ہندوستان کا قصد کیا۔ نامی نے ایک عدد کا اضافہ کرکے (تاریخی مادہ) "شاہ والا عازم لاہور شد" (شاہ والا عازم لاہور ہوئے) کہا

کتبہ پر تبصرہ | اس کتبہ میں تین تاریخی مادے ہیں (۱) "الٰہ آباد" (۲) "بگرفت قلعہ اعلیٰ" (۳) "شاہ والا عازم لاہور شد" پہلے دو مادے فتح اسیر کے ہیں اور تیسرے مادے میں اکبر کی تاریخ مراجعت ہے۔ فتح اسیر کے پہلے مادہ "الٰہ آباد" سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ آر۔ پی ہیرالال نے اس کا یہ مطلب لیا کہ شہنشاہ اکبر الٰہ آباد کے راستے برہان پور آیا تھا، حالانکہ کتبہ میں الٰہ آباد سے کوئی مخصوص شہر مراد نہیں ہے بلکہ وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اسی طرح مسٹر منصور نے اس کتبہ کے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ شہنشاہ اکبر برہان پور پر قبضہ کرنے کے لئے اکبر آباد (آگرہ) سے آیا تھا[۲]، حالانکہ کتبہ میں اکبر آباد کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ غالباً موصوف نے غلطی سے الٰہ آباد کو اکبر آباد پڑھ کر یہ رائے قائم کی۔

محمد معصوم نے الٰہ آباد سے فتح اسیر کی تاریخ اکبر کے سنہ جلوس میں نکالی ہے، اسیر گڈھ ۴۵ھ جلوس میں فتح ہوا تھا اور الٰہ آباد کے عدد ۴۴ ہوتے ہیں اس لئے موصوف نے ایک عدد کا اضافہ کرکے ۴۴ کو ۴۵ بنا دیا اور "سنہ بیش گفت" کے الفاظ سے

1961ء Descriptive List of Inscriptions in C.P. & [?] E.I.P.S. for Berar. Naghar.

E.I.P.S. for 1961 ء

اس اضافہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ نامی نے فتح اسیر کے مادہ تاریخ کے لیے "الہ آباد" کا انتخاب کیوں کیا جبکہ اس سے فتح کا صحیح سنہ بھی نہیں نکلتا اور اس کے معنی بھی فتح اسیر پر دلالت کرنے کے بجائے غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پُر تکلف انتخاب محض اکبر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا گیا۔ کیونکہ اکبر اپنے آپ کو شانِ الٰہی کا مظہر بلکہ ہندو اصطلاح میں خدا کا اوتار سمجھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والی مخصوص اشیا کا جزو خاص لفظ الٰہی تھا۔ مثلاً اس کا ایجاد کردہ مذہب دین الٰہی، رائج کردہ گز گز الٰہی جاری کردہ سنہ سنہ الٰہی اور حاجیوں کو لانے لیجانے والا سرکاری جہاز جہاز الٰہی کہلاتا تھا۔ اکبر نے ایک مرتبہ اپنی اسی شانِ الوہیت کی تشہیر کے لیے حکم دیا تھا کہ میری مہر کا سجع "اللہ اکبر" کہیں چونکہ اس جملہ سے اکبر میں شانِ الوہیت کا شبہ ہوتا تھا اس لیے حاجی ابراہیم سرہندی نے منع کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس میں شبہ پڑتا ہے اس لیے "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر" (اور البتہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) کہیں تو بہتر ہے[۵] مگر مگر حاجی صاحب موصوف کی ایک نہ چلی اور اکبر کی خواہش کے مطابق مہر پر "اللہ اکبر" کندہ ہو کر رہا۔ عہدِ اکبری کے منصب دار سلام کرتے وقت السلام علیکم کے بجائے اللہ اکبر اور وعلیکم السلام کے بجائے جل جلالہٗ کہا کرتے تھے، اللہ اکبر سے اللہ کی کبریائی اور جل جلالہٗ سے اس کی عظمت و جلال کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن ان جملوں میں یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ اکبر شہنشاہ کا لقب اور جلال الدین اس کا نام تھا۔ اسی مناسبت سے عہدِ اکبری کے امراء اکبر میں شانِ الوہیت کا اعتراف کر کے اس کی عظمت و جلال کا اظہار کرتے تھے۔ بہر حال جب آسیر گڈھ فتح ہو کر اکبر کے زیرِ سایہ آیا اور بقول نامی اکبر کے ذریعے آباد ہو گیا تو اس کے لئے موزوں لفظ اکبر آباد تھا۔ چونکہ نامی اکبر کو شانِ الٰہی کا مظہر جانتا تھا اس لئے اس نے الٰہ آباد

---

۵ دربارِ اکبری تقطیع خورد ص ۵۲۔

اکبر آباد کا مرادف مان کر اس سے فتح اسیر کی تاریخ نکالی، اگرچہ اس میں ایک عدد کی کمی رہ گئی۔

فتح اسیر کا دوسرا تاریخی مادہ "نگارفت قلعۂ اعلا ہے جس سے ۱۰۰۹ھ برآمد ہوتا ہے، اس مادہ میں اسیر گڈھ کو نہایت بلند قلعہ مانا گیا ہے، اس کی بلندی کا اندازہ ۸۶۶ھ کے اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب والی برہان پور عینا عادل خاں فاروقی کے عہد حکومت میں مالوہ کا بادشاہ محمود خلجی تسخیر اسیر گڈھ کے ارادہ سے لشکر سمیت دامنِ قلعہ میں فروکش تھا اس نے ایک رات بیدار ہو کر قلعہ کی طرف نظر کی تو خادم کو آواز دے کر کہا کہ صبح کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے، وضو کے لئے پانی لاؤ۔ خادم نے عرض کی کہ حضور! آپ جسے صبح کا ستارہ سمجھ رہے ہیں وہ اسیر گڈھ کے برج کا چراغ ہے، بادشاہ نے حیران ہو کر گردن جھکائی اور کچھ دیر سوچ کر کہا کہ جو پہاڑی اتنی بلندی پر واقع ہے کہ اس کے برج کا چراغ آسمان کا ستارہ معلوم ہوتا ہے اسے فتح کرنا ناممکن ہے، چنانچہ وہ "این الثریا من ید المتناول" (ثریا تک کس کا ہاتھ پہونچ سکتا ہے) کہہ کر لشکر سمیت واپس ہو گیا[1] سلطان محمود خلجی کی طرح نامی نے بھی قلعہ اسیر کے نہایت بلند اور ناقابل تسخیر ہونے کا اعتراف اپنے اس کتبہ کے آغاز میں کیا ہے جو اسیر گڈھ کی اس طویل و بلند چٹان پر کندہ ہے، جس پر اس کے علاوہ اور بھی تین کتبے موجود ہیں۔ اس کتبہ کی عبارت یہ ہے:۔

(۱) قلعۂ اسیر کہ پاکرۂ اثیر ہمسر است و از زمان بنا تا امروز دست
(۲) تصرف ازاں کوتاہ بود، بتاریخ ۴۵ھ موافق ۱۰۰۹ھ بر دست
(۳) شہنشاہ ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ مفتوح شد

(۴) کرد از تائید لطف ایزدی فتح اسیر ‌ ‌ شاہ ہفت اقلیم عالمگیر اکبر بادشاہ
(۵) نامیا دادِ الٰہی داد وش ایں فتح عظیم ‌ ‌ سال تاریخ الٰہی خواہ از داد اللہ

---

[1] ظفر الوالہ جلد اول ص ۱۰۵۔ ذکر عینا عادل خاں فاروقی

(۶) قاتلہ کاتبہ محمد معصوم بکری

اس کتبہ میں بھی قلعہ اسیر کو بلندی میں کرۂ فلک کا ہمسر مان کر اس کے ناقابل تسخیر ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے اور "واد الہٰ" سے اکبر کے سن جلوس میں فتح اسیر کی تاریخ (۱۰۰۹ھ) نکالی گئی ہے۔

اس کتبہ کا تیسرا تاریخی مادہ "شاہ والا عازم لاہور شد" برہان پور سے اکبر کی روانگی کا سنہ ظاہر کرتا ہے۔ اکبر ۱۰۰۹ھ میں روانہ ہوا تھا لیکن مذکورہ عبارت کے عدد ۱۰۰۸ ہوتے ہیں، اس لئے نامی نے "یک عدد نامی فزود" کے الفاظ سے ایک عدد کے اضافہ کا اشارہ کر کے ۱۰۰۸ کو ۱۰۰۹ بنا دیا۔ اس کتبہ کے جس قلعہ میں اکبر کی مراجعت کا ذکر ہے وہ قطعہ نامی کے معمولی فرق کے ساتھ تین مختلف مقامات پہ کندہ کیا ہے، جامع مسجد برہان پور کے جنوبی مینار پہ اسیر گڈھ کی اس چٹان پہ جس پہ نامی کا مذکورۂ بالا کتبہ بھی موجود ہے اور ساجنین کے قریب کالیاویہ گاؤں میں سپرا ندی کے کنارے کی ایک عمارت پہ جامع مسجد برہان پور کے مینار پر قطعہ مذکور کی عبارت یہ ہے :-

فتح خاندیس و دکن چوں کرد شاہ ۔۔۔ عازم ہندوستاں فی الفور شد
یک عدد نامی فزود آں گاہ گفت ۔۔۔ شاہ والا عازم لاہور شد

یہی قطعہ اسیر گڈھ کی مذکورہ چٹان کے کتبہ میں اس فرق کے ساتھ موجود ہے کہ اس کے پہلے شعر کے مصرعِ اول میں خاندیس کے بجائے واندیس تحریر ہے کیونکہ اکبر نے قلعہ اسیر فتح کرنے کے بعد شہزادہ دانیال کو خاندیس کا صوبہ دار بنا کر اس کے نام پہ خاندیس کا نام واندیس یعنی دانیال کا دیس رکھ دیا تھا۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کتبہ کی پوری عبارت درج ذیل ہے :-

(۱) بندگانِ حضرت ظلِ الہ ملک دکن و

۵ؔ دربارِ اکبری تقطیع خورد ص ۱۰۰

(۲) واندلیس را بحضرت قدسی القاب
(۳) شاہزادہ دانیال تفویض فرمود
(۴) ۱۲ اردی بہشت سنہ ۴۶ موافق ۲۶
(۵) شوال سنہ ۱۰۰۹ عازم ہند شدند ۔ المحررہ
(۶) فتح واندلیس و دکن چوں کرد شاہ
(۷) عازم ہندوستاں فی الفور شد
(۸) یک عدد نامی فزود آں گاہ گفت
(۹) شاہ والا عازم لاہور شد

کالیادیہ اُجین سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پہ ایک گاؤں ہے جہاں برہانپور سے لاہور جاتے ہوئے شہنشاہ اکبر نے مقام کیا تھا، اسی گاؤں میں سپرا ندی کے کنارے ایک عمارت پہ محمد معصوم نامی کا ایک کتبہ نصب ہے ۔ اس میں بھی وہی قطعہ موجود ہے، لیکن اس کے شعر اول کا مصرع دوم بالکل بدلا ہوا ہے اس کتبہ کی پوری عبارت حسب ذیل ہے ۔

(۱) بتاریخ سنہ ۴۵ الٰہی موافق سنہ ۱۰۰۹ حضرت خلافت پناہ
(۲) ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ملک دکن و خاندیس را
(۳) دلشاہزادہ دانیال) تفویض نمودہ مراجعت نمودند ۔ المحررہ
(۴) فتح خاندیس و دکن چوں کرد شاہ عازم نزہت گہ معمور شد
(۵) یک عدد نامی فزود آں گاہ گفت شاہ والا عازم لاہور شد

اس کتبہ کی تیسری سطر کے ابتدائی الفاظ محو ہو گئے ہیں لیکن سیاق عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں (شاہزادہ دانیال) کے سوا کوئی عبارت نہیں ہو سکتی، اسیر گڈھ کے اس مضمون کے کتبہ میں بھی اس موقع پہ یہی الفاظ آتے ہیں ۔

Epigraphia Indo Moslemica 1933-34 لے

برہانپور و اسیر گڈھ کے کتبوں کے مذکورہ قطعہ کی عبارت " عازم ہندوستان فی الفور شد " میں " فی الفور " کا لفظ معنی خیز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا تشویشناک واقعہ پیش آیا کہ اکبر فوری مراجعت کے لئے مجبور ہوگیا وہ واقعہ شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی بغاوت کا تھا ۔ شہزادہ نے خیال کیا کہ شہنشاہ اکبر کئی ماہ سے سینکڑوں میل دور اسیر گڈھ کی مہم میں بُری طرح الجھا ہوا ہے اور شہزادہ دانیال بھی کالے کوسوں دور احمدنگر کی جنگ میں مصروف ہے اس وقت شمالی ہند کا میدان بالکل خالی ہے ۔ لہذا تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کا یہی بہترین موقع ہے ۔ چنانچہ اس نے اودھ، بہار وغیرہ صوبوں پر قبضہ کرکے شاہی منصبداروں کو معزول کیا، ان کی جاگیریں ضبط کیں، ہر جگہ اپنے حاکم مقرر کئے اور اپنے مصاحبوں کو منصب، خطاب اور جاگیریں دے کر اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا، اکبر کو جب برہان پور میں یہ خبر ملی تو وہ پریشانی کے عالم میں فوراً روانہ ہوگیا لیکن براہ راست آگرہ نہ جاکر لاہور گیا تاکہ شاہزادے سے تصادم کا موقع نہ آئے اور وہ اسے جنگ کے بجائے حسن تدبیر سے راہ راست پر لا سکے کتبہ کا لفظ " فی الفور " اسی واقعہ کی غمازی کر رہا ہے ۔

برہان پور و اسیر گڈھ کے کتبوں کے مذکورہ قطعہ کے پہلے شعر سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ کشمیر سے راس کماری تک کا پورا ملک ہندوستان ہے لیکن اس زمانہ میں خاندیس و دکن کا شمار ہندوستان میں نہیں ہوتا تھا، زمانہ حال میں بھی اہل دکن ہندوستان سے شمالی ہند مراد لیتے ہیں ۔ فانی مرحوم کے مندرجہ ذیل شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ؎

فانی دکن میں آکے یہ عقدہ کھلا کہ ہم　　ہندوستاں میں رہتے ہیں ہندوستاں سے دور

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان تینوں کتبوں میں فتح دکن کا ذکر ہے ۔ دکن ہمارے ملک کا بہت بڑا حصہ ہے جس میں اس زمانہ میں کئی سلطنتیں موجود تھیں اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اکبر نے ان سب کو فتح کرلیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کتبہ میں فتح دکن سے صرف تسخیر احمد نگر مراد ہے ۔ جس کی تصدیق نامی کے اس کتبہ سے ہوتی ہے جو برہانپور کے شاہی قبرستان کے مشرقی روضہ کی مغربی دیوار پر کندہ ہے یہ کتبہ دس سطروں پر مشتمل ہے ، جس کی ساتویں اور آٹھویں سطر میں قلعۂ اسیر و احمد نگر کی فتح کا ذکر ہے ، ابتدائی چھ سطروں کا مضمون عبرت آموز ہے کیونکہ کتبہ تحریر کرتے وقت نامی کے پیش نظر شاہی قبرستان کا وہی حسرتناک منظر تھا جس کی عکاسی شاعر ملت ڈاکٹر اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار* میں کی گئی ہے ۔

خوابگہ شاہوں کی ہے یہ منزل حسرت فزا ۔۔۔ دیدۂ عبرت خراج اشکِ گل گوں کر ادا
ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردوں پایہ ہے ۔۔۔ آہ اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے
مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اسقدر ۔۔۔ جنبش مژگاں سے ہے چشم تماشا کو حذر
کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں ۔۔۔ جو اتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں
تے ہیں خاموش آبادی کے ہنگاموں سے دور ۔۔۔ مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور
یا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مآل ۔۔۔ جن کی تدبیر جہاں بانی سے ڈرتا تھا زوال
ب فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری ۔۔۔ ٹل نہیں سکتی غنیم موت کی یورش کبھی

کتبہ کی پوری عبارت حسب ذیل ہے :-

۱- انظروا الی اہل القبور فاعتبروا یا اولی الابصار
۲- لماقیل غفلۃ الاحیاء اکثرام حسرۃ الاموات
۳- قال عیسیٰ عم الدنیا قنطرۃ فاعبروہا ولا تعمروہا
۴- فریاد رحیل از ہمہ کس می شنوی ۔۔۔ آوازۂ درا نہ پیش و پس می شنوی
۵- کردہ ہمہ شبگیر سر منزلِ دور ۔۔۔ تو خفتہ بر د بانگ جرس می شنوی
۶- نامی ز زمانہ بار بر دار ۔۔۔ رو آر بآں جہاں سبکبار
تو خفتہ براہ و کارواں تیز ۔۔۔ تو سنگِ خودی ز راہ بر خیز

---

* یہ اشعار اقبال کی نظم "گورستان" سے ماخوذ ہیں جس میں گول کنڈہ کے شاہی قبرستان کا ذکر ہے ۔

۷۔ در حینے کہ حضرت ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر شاہ از فتح قلعۂ اسیر
۸۔ واحمد نگر واپرداختہ متوجہ لاہور شدند تحریر یافت سنہ ۱۰۰۹
۹۔ العبد محمد معصوم بن سید صفائی اباً والبکری مرقداً والترمذی اصلاً
۱۰۔ ابن سید شیر بن بابا حسن ابدال آماً والقندھاری مشہداً والسبزواری مولدا

واضح رہے کہ اس کتبہ میں عوامی لہجہ کی پیروی کرتے ہوئے احمد نگر کو احمدانگر تحریر کیا گیا ہے زمانہ حال میں بھی جنوبی ہند کے عوام اُسے امدانگر یا احمدانگر ہی کہتے ہیں، عبدالرحیم صاحب نے آر۔ بی وہائٹ ہیڈ کی کتاب[۱] کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر کے جو سکے احمد نگر کی ٹکسال میں ڈھلے ہیں ان پر بھی "احمدانگر" درج ہے

آیئے اب کتبہ کے اس مضمون پر غور کریں جس میں اکبر کی آمد و مراجعت، بہادر خاں کی حاضری اور فتح اسیر گڈھ کا ذکر ہے۔ ابوالفضل نے اکبر کے ورود برہان پور کی تاریخ ۱۲ فروردین سنہ ۴۵ الہٰی تحریر کی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سنہ ۴۵[۲] الہٰی اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سنہ ۴۵ الہٰی ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۰۰۸ھ سے شروع ہوا تھا[۲]، چونکہ سنہ الہٰی کا آغاز یکم فروردین سے ہوتا ہے اس لئے ۱۲ فروردین سنہ ۴۵ الہٰی ۲۴ رمضان سنہ ۱۰۰۸ھ کے مطابق ہی، مینارہ کے اس کتبہ میں ۱۲ فروردین سنہ ۴۵ الہٰی تو موجود ہے۔ لیکن اسلامی تاریخ "رمضان سنہ ۱۰۰۹" درج ہے۔ اس طرح اس میں دو فروگذاشتیں ہو گئی ہیں۔ یعنی کاتب رمضان کی تاریخ درج کرنا بھول گیا اور ہجری سنہ ۱۰۰۸ کے بجائے ۱۰۰۹ تحریر کر دیا۔

اکبر کے سنہ ۱۰۰۸ھ میں وارد برہان پور ہونے کا ثبوت اکبرنامہ کے علاوہ نامی کے اس کتبہ سے بھی ملتا ہے جو کالیا دیہ میں سپرا ندی کے کنارے کی اسی عمارت پر

---

[۱] Catalouge of coins in Punjab meuneum Lahore (Oxoford 1914 Page XXRVII)

[۲] اکبرنامہ جلد ۳ طبع لکھنؤ ص ۵۳۰

نصب ہے۔ جس پر موصوف کا وہ کتبہ بھی موجود ہے۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا۔ یہ کتبہ نامی نے اکبر کے حملہ اور لشکر کے ساتھ برہان پور آتے ہوئے کندہ کیا تھا کتبہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"بتاریخ ۴۴ سال الٰہی موافق ۱۰۰۸ھ کہ رایات ظفر آیات عازم تسخیر دکن بود اینجا عبور افتاد"

اس کے بعد ایک قطعہ اور آخر میں کاتب کا نام "محمد معصوم نامی البکری" مرقوم ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر ۱۰۰۸ھ میں کالیادیہ سے روانہ ہوا تو ۴۴ الٰہی قریب الختم تھا۔ اس لئے برہان پور پہنچنے کے ۲۰ روز پہلے ہی ۴۵ الٰہی شروع ہوگیا اور وہ ۱۲ فروردین ۴۵ الٰہی مطابق ۴ ۲ رمضان ۱۰۰۸ھ میں برہان پور پہنچا۔ بقول عبدالرحیم خان خاناں "برہان پور آگرہ سے ۲۷ منزل ہے[2] اس لئے یہ مسافت ۲۷ روز میں طے ہوتی تھی۔ کالیادیہ اور برہانپور کا درمیانی فاصلہ اس سے کم ہے۔ اس لئے وہ تقریباً تین ہفتہ میں طے ہوا ہوگا۔ پھر چونکہ رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے اس لئے اگر یہ مسافت پونے نو مہینے میں بھی طے ہوئی ہوگی۔ تب بھی کالیادیہ سے روانگی کے وقت جو ہجری سنہ ۱۰۰۸ تھا وہ برہان پور پہنچنے کے بعد ۱۰۰۸ ہی رہا ہوگا نہ کہ ۱۰۰۹۔

شہنشاہ اکبر کے ۱۰۰۸ھ میں برہان پور پہنچنے کا ایک تاریخی ثبوت یہ بھی ہے کہ مستند تاریخی کتابوں کی صراحت کے مطابق حضرت سید احمد گیسو دراز کے پوتے حضرت سیدی صاحب اکبر کے طبیب خاص حکیم مصری خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کی والدہ ماہم انگہ (جو شہنشاہ اکبر کی رضاعی والدہ تھی) سندھ کے معزول بادشاہ مرزا جانی اور جون پور کے نواب بابا بیگ جلایر کی وفات ۱۰۰۸ھ میں اسیر گڑھ کے

Epigraphia Inda moslemica 1933-34 [1]

[2] دربار اکبری ص ۲۷

دورانِ محاصرہ میں ہوئی تھی۔ ان میں سے سیدی صاحب بہادرشاہ کی فوج میں ملازم اور قلعہ اسیر میں محصور تھے۔ باقی کے چاروں اکبر کے ساتھ برہان پور آئے تھے چونکہ اسیرگڈھ کا محاصرہ اکبر کے برہان پور پہنچنے کے بعد ہوا تھا اس لئے اکبر کے ورود برہان پور کا سنہ ۱۰۰۸ھ ہی تھا نہ کہ سنہ ۱۰۰۹ھ۔

مینار کے اس کتبہ میں اکبر کے ورود برہان پور کی صحیح تاریخ پڑھنے میں اکثر حضرات کو دھوکا ہوا، کتبہ میں فروردین کی تاریخ کا ۲۱ کا ہندسہ کسی قدر محو ہوگیا ہے۔ جسے اکثر حضرات نے ۱۱ پڑھا ہے، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو کتبہ میں بائیں جانب کا ہندسہ ۲ صاف نظر آتا ہے جس سے ابوالفضل کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ شہنشاہِ اکبر ۲۱ رفروردین کو وارد برہانپور ہوا تھا۔ اسی طرح کتبہ میں رمضان کی تاریخ درج نہیں ہے لیکن پڑھنے والوں نے اسے ۵ رمضان پڑھا ہے، اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ کتبہ میں رمضان کی "ر" کا کچھ حصہ مٹا ہوا سا ہے، اس لئے اکثر حضرات نے اسے ۵ کا مٹا ہوا ہندسہ سمجھ کر اکبر کے ورود برہان پور کی تاریخ ۵ ر رمضان قرار دی ہے جو غلط ہے، کیونکہ اگر اسے ۵ مانیں تو پھر رمضان کی "ر" کہاں ہے؟

اب رہا اکبر کی آمد کا ہجری سنہ تو اگر کتبہ کی تحریر کے مطابق ۱۰۰۹ کو صحیح مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسیرگڈھ ایک ہی مہینہ میں فتح ہوگیا تھا، کیونکہ کتبہ کے مضمون اور اندازِ بیان سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں شہنشاہ اکبر کی آمد آمد تھی، برہان پور کا بادشاہ بہادرخاں فاروقی عید کے چاند کی طرح اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب شہنشاہ ۱۴ر رمضان المبارک سنہ ۱۰۰۹ھ میں برہان پور پہنچا تو بہادرخاں نے جھٹ آکر قدم بوسی کی عزت حاصل کی اور بکمالِ عقیدت اسیرگڈھ نذر کر دیا، جسے شہنشاہ نے فتح اسیر سے تعبیر کیا، یہ معاملہ ہنسی خوشی انجام پاگیا، نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کسی قسم کی مزاحمت، چند روز عید کی ملاقاتوں میں گزارکر شہنشاہ اکبر

۲۶ر شوال سنہ ۱۰۰۹ھ میں لاہور چلا گیا۔ اس طرح یہ سب کارروائی بخیر و خوبی ایک مہینہ میں انجام پا گئی حالانکہ تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً گیارہ ماہ تک اسیرگڑھ کا محاصرہ رہا اور اس دوران میں سخت جنگ بھی ہوتی رہی، قلعہ سے گولے برستے رہے اور قلعہ کے باہر راجپوتوں اور کولیوں کے چھاپہ مار دستے مغل فوج کا الگ ناک میں دم کرتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں اکبر کے بے شمار سپاہی قتل ہوئے اور بے حساب سامان لوٹا گیا۔ ظفرالوالہ کے الفاظ میں اس جنگ کا حال سنئے

" والعساکر تخرج من الباب
وتحارب المغل وترجع
والبنادق والمدافع من ابراج
الحصار الاول والثانی و
الثالث لا تزال تطعن الی
ان هلک جم غفیر من النازلین
علی القلعة مع الامیر
الکبیر میرزا خرم ابن الخان
الاعظم عزیز کوکلتاش بن
شمس الدین محمد اتکه
خان مع ان عسکر السهل
لحق بالمغل انقطعت الطرق
وذلک لانه سکنة الارض
من الراجپوت وهم اهل
الخیل فیها والکولی وهم

(بہادر شاہ فاروقی کی) فوجیں
(قلعہ کے) دروازہ سے نکل کر جنگ
کرتیں اور واپس آتی تھیں تینوں
حصاروں[1] کے برجوں سے بندوقیں
اور توپیں (دشمنوں کو) مسلسل نشانہ
بناتی رہتی تھیں یہاں تک کہ حملہ آور
فوج کا جم غفیر ہلاک ہو گیا مہلوکین
میں امیر کبیر مرزا خرم بھی شامل تھا
جو خانِ اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کا
فرزند اور شمس الدین محمد اتکہ خاں کا
پوتا تھا، اگرچہ (بہادر شاہ فاروقی کی
میدانی فوج مغلوں (کی اطاعت کر کے
اُن سے مل گئی تھی، (اس لئے اس سے
مغلوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا) پھر
بھی راستے مخدوش ہو گئے تھے کیوں کہ مقامی

---

[1] قلعہ اسیر میں تین حصار ہیں۔ پہلا کوہ اسیر کی زیریں بلندی پر ہے، دوسرا درمیانی بلندی پر اور تیسرا انتہائی بلندی پر۔ یہ بالترتیب مالی گڑھ، کمرگڑھ اور اسیر گڑھ کے حصار کہلاتے ہیں۔

رجل اجتمعوا على القتل
والسلب، فهلك بهم من
خيل السلطنة ورجلها و
اتباعها والمتوجهة اليها
من سائر الاصناف ما
لا يحصى كثرة وتمول
سكنة الارض وملكوا من
الخيل والجمال والاقمشة
والاثاث والاسباب ما صار
لهم شان و رياسة ۔

باشندوں میں سے راجپوت سواروں اور کولھی
پیادوں نے متفق ہو کر (مغلوں کو)
قتل و غارت کرنا شروع کر دیا تھا
اس لئے شہنشاہ اکبر کے سوار اور پیادے
نوکر، چاکر اور اس کی طرف آنے والے
ہر قسم کے لوگ اس کثرت سے ہلاک
ہوئے کہ اُن کا شمار نا ممکن ہے۔
مقامی باشندے یعنی راجپوت اور کولھی
(لوٹ کے مال سے) مالا مال ہو گئے اور
اُن کے قبضہ میں اتنے اونٹ گھوڑے اور
دیگر سامان و اسباب آیا کہ وہ صاحب
حیثیت رئیس بن گئے۔

جب شہنشاہ اکبر اپنی پوری طاقت لگانے کے باوجود ناکام رہا تو اس نے دھوکہ سے قلعہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے بہادر شاہ فاروقی کو اس کی سلطنت پر قائم رکھنے کی ضمانت دے کر ملنے کے لئے بلایا، بہادر شاہ اسے ایک سیاسی چال سمجھ کر قلعہ سے اترنے پر راضی نہیں ہوا، ادھر قلعہ میں غلّہ سڑ گیا تھا، اور ہیضہ پھوٹ پڑا تھا جس کی وجہ سے اہل قلعہ پریشان تھے اور مصالحت کے ذریعہ اکبری حملے کی مصیبت سے نجات پانا چاہتے تھے، اس لئے حبش سردار یلجارج یافتی نے بہادر شاہ سے کہا کہ جب شہنشاہ ہند آپ کو سلطنت پر قائم رکھنے کا وعدہ کرکے ملنے کے لئے بلا رہا ہے تو آپ کو اس سے ملنے میں کیا عذر ہے اگر آپ قلعہ سے اتر کر اس کے پاس نہیں گئے تو ہم آپ کو (زبردستی) اٹھا کر اس کے پاس لیجائیں گے ظفر الوالہ کے الفاظ یہ ہیں۔ قال لبهادر ما يمنعك من الاجتماع بسلطان الهند وهو يعدك بابقاءك فى الملك ۔ وان لم تنزل اليه نزلنا بك اليه"

آخرکار طویل بحث و مباحثہ کے بعد بہادر شاہ کا معتبر امیر سادات خاں شاہی اجازت لے کر شہنشاہ اکبر سے عہد و پیمان لینے کے لئے قلعہ سے اترا لیکن اس نے اپنے آقا سے غداری کی اور شہنشاہ سے اپنے جان و مال کی امان لے کر اسے قلعہ کے تمام اندرونی حالات سے آگاہ کر دیا، اس کے بعد بہادر شاہ کا دوسرا معتبر امیر مقرب خاں شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہنشاہ نے اسے اپنی عنایتوں سے نوازا اور وعدہ علی وصولہ بقاء ملکہ لہ" یعنی اس سے وعدہ کیا کہ اگر بہادر شاہ ملنے آئے گا تو اس کی سلطنت اس کے پاس قائم رکھی جائے گی۔ مقرب خاں قلعہ میں واپس گیا اور بہادر شاہ کو اکبر سے ملنے پر آمادہ کر لیا بہادر شاہ اکبر کے وعدہ پر بھروسہ کر کے اپنے وزراء اور رام داس درباری کے ساتھ قلعہ سے اتر کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہنشاہ اکبر نے وعدہ خلافی کر کے اسے اپنی حراست میں لے لیا جب اہل قلعہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے تقریباً ایک مہینہ تک قلعہ کی مدافعت کی۔ قلعہ میں بہادر شاہ کے معتبر امیر مقرب خاں کا باپ یاقوت سلطانی بھی تھا، جو نہایت شجاع و غیور تھا۔ وہ شاہی خاندان کے افراد سے ملا اور کہا کہ ابھی تک قلعہ محفوظ ہے اور جنگ کی استعداد بھی بدستور ہے، تم میں سے کون عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے آبا و اجداد کی عزت بچاتا ہے؟ لیکن کوئی آمادہ نہیں ہوا، اس پر اس نے کہا "لیتکم نساءً فتعذروا" یعنی کاش تم عورتیں ہوتے تاکہ معذور سمجھے جاتے، اتنے میں اس کا فرزند مقرب خاں شہنشاہ اکبر کا پیغام لے کر اس کے پاس آیا تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا تجھے تیری صورت نہ دکھائے تو بہادر شاہ کو ساتھ لیکر قلعہ سے اترا اور اسے حراست میں چھوڑ کر آ رہا ہے، مقرب خاں کو باپ کے طعنہ کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ قلعہ سے اتر کر ابوالفضل کی محفل میں گیا اور پیٹ میں خنجر مار کر خودکشی کر لی، ادھر یاقوت سلطانی نے شاہی خاندان کے رویہ سے بیزار ہو کر دشمن کی محکومی کی ذلت پر عزت کی موت کو ترجیح دی، چنانچہ اس نے اپنی تعمیر کردہ مسجد

میں بڑی دیر تک نماز پڑھی، پھر خیرات کی۔ اسی مسجد کے قریب اپنے ہاتھ سے قبر کھودی، اپنا کفن تیار کیا پھر عزیزوں کو وصیت کرنے کے بعد افیون کھا کر خودکشی کر لی اور اسی قبر میں دفن کیا گیا۔ ظفر الوالہ کے بیان کے مطابق اہل قلعہ نے تقریباً ایک مہینہ تک مدافعت کرنے کے بعد جان و مال کی امان لے کر قلعہ حوالہ کر دیا، لیکن قیاس ہے کہ یہ مدافعت صرف اٹھارہ روز تک جاری رہی جس کا ثبوت نامی کے اس کتبہ سے ملتا ہے جو جامع مسجد اسیر گڈھ میں داخل ہوتے وقت درمیانی کمان کے ایک ستون پر نظر آتا ہے، اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسیر گڈھ ۶ بہمن ۴۵ سنہ الٰہی میں فتح ہوا اور شہنشاہ اکبر ۲۴ بہمن کو قلعہ میں داخل ہوا سمجھ میں نہیں آتا کہ اکبر نے جس قلعہ کو اتنی جانفشانی کے بعد حاصل کیا اس میں داخل ہونے میں اٹھارہ روز کی تاخیر کیوں کی غالباً بہادر شاہ بہمن کو اکبر کی حراست میں آیا جسے نامی نے فتح اسیر سے تعبیر کیا، لیکن چونکہ اہل قلعہ نے ۱۸ روز تک مدافعت کی۔ اس لئے اکبر کو ۲۴ بہمن کے پہلے قلعہ میں داخل ہونے کا موقع نہیں ملا۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کتبہ کی پوری عبارت درج ذیل ہے۔

"بتاریخ ۶ بہمن ماہ ۴۵ سنہ الٰہی موافق ۲۲ رجب قلعہ اسیر مفتوح شد و بتاریخ ۲۴ منہ موافق ۸ شعبان حضرت خاقانی ظل سبحانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی بقدم شریف آن را مزین ساختند . . .

زبخشش جواں فتح آسیر کرد   جہاں بخش شاہ اکبر ملک گیر
چو نامی طلب کرد تاریخ فتح   خرد گفت بگرفته کوہ اسیر

قائلہ کاتبہ محمد معصوم بکھری ابن سید صفائی الترمذی المنتسب آباً الی سید شیر قلندر بابا حسن ابدال السبزواری اصلاً والقندھاری مولداً۔"

جامع مسجد برہان پور کے جنوبی مینارہ کے کتبہ سے پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ شہنشاہ اکبر ۲۱ فروردین ۴۵ سنہ الٰہی میں وارد برہان پور ہوا تھا، اب جامع مسجد

اسیرگڑھ کے اس کتبہ سے واضح ہو گیا کہ وہ ۲۲ بہمن ۴۵ھ الٰہی میں مکمل قبضہ کے بعد قلعہ اسیر میں داخل ہوا تھا، فروردین فصلی سنہ کا پہلا مہینہ ہے اور بہمن گیارہواں مہینہ۔ اس لیے ان دونوں کتبوں کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسیرگڈھ پر گیارہ مہینے میں قبضہ ہوا، اسی سے ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جامع مسجد برہان پور کے مینار پر اکبر کے ورود برہان پور کا جو ہجری ۱۰۰۹ھ تحریر ہے وہ سہو قلم کا نتیجہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ اکبر ۲۴ رمضان المبارک ۱۰۰۸ھ میں برہان پور آیا۔ ۸ شعبان المعظم ۱۰۰۹ھ میں قلعہ پر مکمل قبضہ ہوا اور وہ ۲۶ رشوال ۱۰۰۹ھ میں لاہور روانہ ہو گیا، اس طرح یہ مہم ایک مہینہ کے بجائے تقریباً ایک سال میں انجام پذیر ہوئی

آیئے اب ایک نظر کتبہ کے تتمہ پر بھی ڈال لیجئے۔ کتبوں میں کاتب کا نام کتبہ کی خاتمہ میں آتا ہے جس کے بعد کوئی عبارت نہیں آتی، نامی نے بھی دیگر کتبوں میں اس اصول کی پابندی کی ہے مگر اس کتبہ مینار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کاتب کا نام ونسب خلاف دستور کتبہ کے درمیان میں آیا ہے اس سے قیاس ہوتا کہ نامی کو کتبہ میں جو نیا مضمون تحریر کرنا تھا وہ سب مع نام ونسب تحریر ہو چکا ہے اور مینار پر دو سطروں کی جگہ تازہ قلم کے طور پر اکبر کے لاہور جانے کا مضمون تحریر کر دیا۔

فتح اسیرگڈھ کا ایک عبرتناک پہلو یہ ہے کہ بہادر شاہ فاروقی کی حکومت اس شہنشاہ اکبر نے چھینی، جس کی حمایت میں بہادر شاہ کے والد عادل شاہ فاروقی اس کے ۳۵ نامی سرداروں اور بے شمار سپاہیوں نے ۱۰۰۵ھ میں احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ کی ساٹھ ہزار فوج سے لڑتے ہوئے ناندیڑ کے میدان جنگ میں اپنی جانیں قربان کر دی تھیں، پھر لطف یہ ہے کہ بہادر شاہ، شہنشاہ اکبر کا بھتیجا عزیز تھا اور فاتح اسیرگڈھ ابوالفضل کا بھی، چنانچہ شہزادہ مراد کی بیوی بہادر شاہ کی بیٹی تھی اور

بہادر شاہ کی بیوی ابوالفضل کی بہن، سچ ہے انسان حرصِ دنیا میں مبتلا ہو کر نہ کسی کے احسان کا خیال کرتا ہے نہ رشتہ کا لحاظ،

شہنشاہ اکبر نے اسیرگڈھ فتح تو کر لیا لیکن اس شاندار فتح کا نتیجہ اُس کے حق میں عبرت خیز نکلا، کیونکہ فتح اسیر کے تھوڑے ہی عرصہ بعد خاندیس کی سلطنت پر قبضہ کرنے والا شہنشاہ اکبر رہا، نہ فاتح اسیرگڈھ ابوالفضل جو اس مہم میں اکبر کا سپہ سالار تھا نہ شہزادہ دانیال جسے خاندیس کا صوبہ دار بنایا گیا تھا، یہ تینوں یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوگئے اور حسرتناک موت مرے سب سے پہلے ابوالفضل کی باری آئی۔ فتح اسیرگڈھ کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد شاہزادہ سلیم (جہانگیر) نے دوبارہ بغاوت کی اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا اکبر نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ابوالفضل کو دکن سے طلب کیا وہ اکبر کی طلب پر احمد نگر سے آگرہ جا رہا تھا اسے نرسنگھ دیو بندیلہ نے شہزادہ سلیم کے ایما سے یکم ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ھ میں بمقام انتری بے دردی سے قتل کر دیا۔[1]

ابوالفضل کے دردناک قتل کے ٹھیک پونے دو سال بعد شہزادہ دانیال کی حسرتناک موت واقع ہوئی جسے شہنشاہ اکبر نے فاروقیوں سے چھینی ہوئی سلطنت خاندیس کا مالک و مختار بنا دیا تھا۔ اور جس کے نام پر خاندیس کا نام داندیس یعنی دانیال کا دیس رکھا تھا۔ شہزادہ کی زندگی عیش و عشرت میں گذر رہی تھی اور اُس کی صحت کثرت مے نوشی سے برباد ہوگئی تھی۔ اس کے پہلے شہزادہ مراد کی زندگی بھی عین عالم شباب میں اسی شراب خانہ خراب کی نذر ہوچکی تھی۔ جب شہنشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے دانیال کے خسر عبدالرحیم خان خاناں کو جو اس کا اتالیق بھی تھا، فرمان بھیج کر تاکید کر دی کہ اس کی شراب نوشی پر پابندی عائد کر دی جائے، خانِ خاناں نے محل پر پہرہ بٹھا کر شراب کا داخلہ بند کرا دیا، دانیال شراب کے لئے تڑپنے لگا، تو اس کے نوکر

---

[1] دربار اکبری صفحہ ۵۴۵

مرشد قلی خاں کو ترس آیا، شہزادہ کی ایک پسندیدہ بندوق تھی۔ جس کا نام اس نے یکہ وجنازہ رکھا تھا اور اس پر اپنا یہ شعر لکھوایا تھا،

از شوقِ شکار تو شود جانِ تر و تازہ   بر ہر کہ خورد تیر تو یکہ وجنازہ

مرشد قلی خاں وہی بندوق لے کر محل سے نکلا اور اس کی نالی میں شراب بھر کر لے آیا پہرہ داروں کو شبہ نہیں ہوا شہزادہ ساری شراب غٹ غٹ پی گیا اور پیتے ہی لوٹ پوٹ ہو کر موت کا شکار ہو گیا کیونکہ بندوق میں لوہے کا میل اور بارود کا دھواں جما ہوا تھا جس سے شراب زہرآلود ہو گئی تھی ،

افسوس اس نے اپنی جس بندوق کا نام یکہ وجنازہ رکھا تھا اسی نے اس کا جنازہ نکال دیا اور اس نے عین عالم جوانی میں اپنی جانِ عزیز شراب خانہ خراب پر قربان کر دی ، شہنشاہِ اکبر جو پہلے ہی اپنی والدہ کی رحلت ، شہزادہ مراد اور ابوالفضل کی حسرتناک موت اور شہزادہ سلیم کی پے درپے بغاوت سے شکستہ دل تھا ، شہزادہ دانیال کی اس عبرتناک موت کے صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور اس سانحہ کے چھ ماہ بعد بصد حسرت و یاس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

عریدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والوں کا یہ خیال ہے کہ فتح اسیرگڈھ کے بعد اکبر کی پے درپے پریشانیوں کا سبب برہان پور کے اولیائے کرام کی دل آزاری ہے۔ اکبر نے اسیرگڈھ فتح کیا تو برہان پور کے اکثر مشائخ پر فاروقی بادشاہ کی حمایت کا الزام لگا کر انہیں قید و بند کے مصائب میں مبتلا کر دیا ، اس نے مسیح الاولیاء حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہؒ کو جو اپنے زمانہ کے غوث تھے ، دیگر بزرگانِ دین کے ساتھ جو آگرہ لے جا کر نظر بند کر دیا ، انہیں مسیح الاولیاء کے مرید و خلیفہ خاص حضرت عبداللہ سندھیؒ جو اپنے پیر کے حسب الحکم گجرات جا کر خلقِ خدا کی ہدایت میں مصروف تھے ، ایک عرصہ کے بعد اپنے پیر کی اجازت سے برہان پور آئے تھے ، اکبر نے انہیں بھی شاہ برہان پور کی حمایت کا الزام لگا کر

سید مشیر قلندر :- یہ بابا حسن ابدال کے فرزند اور اپنے زمانہ کے روحانی پیشوا تھے، اُن کا مولد سبزوار اور وطن قندھار تھا۔ ان کا مقبرہ بھی قندھار میں ہے، جس کے متولی محمد معصوم کے آبا و اجداد تھے۔

میر محمد معصوم :- محمد معصوم نام، نامی تخلص، ان کے آبا و اجداد شہر ترمذ کے سادات تھے۔ جنہوں نے دو تین پشتوں سے قندھار میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ جہاں وہ سید مشیر قلندر کے مقبرہ کی تولیت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ محمد معصوم کے والد سید صفائی نے قندھار سے ہجرت کر کے بھکر (سندھ) کو وطن بنا لیا تھا، جہاں محمد معصوم کی ولادت ہوئی محمد معصوم نے مروجہ تعلیم سے فارغ ہو کر تلاش معاش میں گجرات کا سفر کیا، کچھ عرصہ کے بعد شہنشاہ اکبر کے دربار میں رسائی حاصل کر کے مقرب شاہی بن گیا، وہ عہد جہانگیر میں ابن الملک بن کر بھکر گیا تھا جہاں اُس کا انتقال ہو گیا محمد معصوم نامی کی مختلف حیثیتیں تھیں وہ نثار بھی تھا، شاعر بھی، مورخ بھی، طبیب بھی، کتبہ نویس بھی، اس کی تصانیف حسب ذیل ہیں :-

(۱) دیوان نامی (۲) مثنوی معدن الافکار بجواب مخزن الاسرار (۳) تاریخ سندھ (۴) مفردات معصومی، آخری کتاب طب میں ہے۔

اس کو کتبہ نویسی کے فن سے خاص دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے ہندوستان سے ایران جاتے ہوئے اثنائے راہ میں تبریز و اصفہان تک کئی عمارتوں اور مسجدوں پر کتبے کندہ کیے ہیں، اس مقالہ میں فتح اسیر سے تعلق رکھنے والے اس کے سات کتبے درج ہوئے ہیں اس سلسلہ کا اس کا آٹھواں کتبہ قلعہ آگرہ کے دروازہ پر ہے۔

لہ مآثر الامرا، جلد سوم صفحہ ۳۲۶ تا ۳۲۸ کی تلخیص۔

قید کر لیا اور آگرہ لے جا کر قید خانہ میں بند کر دیا وہ ایک عرصہ کے بعد حضرت غوث الاولیاء کے فرزند کی سفارش پر رہا ہوئے مگر برہان پور آنے کی اجازت نہیں ملی، آخرکار وہ ۱۰۱۳ھ میں پنجاب میں راجپوتوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اب سب سے آخر میں ان اشخاص کا مختصر تعارف ضروری ہے، جن کا اس کتبہ میں ذکر آیا ہے اور وہ شہنشاہ اکبر کے علاوہ بہادر خاں، باباحسن ابدال، سید شیر قلندر اور محمد معصوم نامی ہیں۔

بہادر خاں (بہادر شاہ فاروقی):- یہ خاندیس کے سلاطین فاروقیہ کے سلسلہ کا آخری بادشاہ تھا، جو اپنے والد عادل شاہ فاروقی کی وفات کے بعد ۱۰۰۵ھ میں تخت نشین ہوا، برہان پور سے ۴ میل دور بہادر پور آباد کر کے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا، شہنشاہ اکبر نے ۱۰۰۸ھ میں حملہ کر کے اسیر گڈھ کا محاصرہ کیا اور ۱۰۰۹ھ میں اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا، اس طرح خاندیس کی فاروقی سلطنت جو ۲۲۵ سال سے قائم تھی، ختم ہو گئی۔

بہادر شاہ صوم و صلوٰۃ کا پابند، فیاض اور غربا کا ہمدرد تھا اور ہر معاملہ میں خدا پر بھروسہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ اپنے والد کی طرح مدبر، دوراندیش، مردم شناس اور تجربہ کار نہیں تھا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ بہادر شاہ نام کے بادشاہ خاتم سلاطین ثابت ہوئے چنانچہ برہان پور، احمد نگر، گجرات اور دہلی کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ہی تھے، شہنشاہ اکبر بہادر شاہ فاروقی اور اس کے دو شہزادوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا جنہیں شاہی خزانہ سے وظیفہ ملتا تھا، بہادر شاہ نے ۱۰۳۳ھ میں جہانگیر کے عہد سلطنت میں بمقام آگرہ انتقال کیا اور وہیں دفن ہوا۔

باباحسن ابدال:- ایک بزرگ کا نام ہے، وہ بستی بھی حسن ابدال کہلاتی ہے جس میں ان کا مقبرہ ہے، کتبہ نویس محمد معصوم نامی کی والدہ انہی کی اولاد میں تھیں۔